منجی عالم، تعلیمات عیسائیت میں

مولف: مہراب صادق نیا
مترجم: سید محمد جعفر زیدی

عیسائی مذہب دین یہود کی سنت سے ماخوذ اور ایمان یہودی پر قائم ہے۔ایک طولانی انتظار کے بعد اس دین کا ظہور ہوا جس نے بنی اسرائیل کی تمام صعوبتوں اور سختیوں کو ان کے لئے شیریں کر دیا۔ ظہور حضرت عیسیٰؑ کے ابتدائی سالوں میں صرف کچھ یہودی تھے جو انہیں موعود اور مسیحا جانتے تھے اور آخر کار انہی انگشت شمار لوگوں نے نئے اور جدید دین کی بنیاد ڈالی جسے عیسائیت کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہودیوں کا یہی عقیدہ بعد میں عیسائی ایمان کی اصل اور بنیاد قرار پایا جس نے آج تک مسیحیت (عیسائیت) کو باقی رکھا ہے۔اپنے اسی تاریخی عقیدہ کی بنیاد پر مسیحیت نے صدیوں تک اپنی الٰہیات کی توجیہ کی اور اپنے پیروکاروں سے اخلاقی زندگی، انتظار و تحفظ عقیدہ کی درخواست کی۔

اسلام و عیسائیت، ایک دوسرے سے بہت نزدیک ہیں، ان کے درمیان کافی مشترکات پائے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کی بہت سی آیتیں مختلف جہات سے مسیحیت کی جانب اشارہ کرتی ہیں اور دونوں ہی دین کی تاریخ ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہے یہ اور بات ہے کہ دونوں ادیان کے پیروکار ایک دوسرے سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتے اور ایک دوسرے کے تفکرات و نظریات کو سمجھنے میں عام طور پر ابہام کا شکار رہتے ہیں اسی لئے ہم نے سوچا کہ دونوں ادیان کی جو اہم و ضروری تعلیمات ہیں ان کے درمیان ایک مقائسہ انجام دیا جائے۔ کیونکہ منجی موعود کا ظہور ایک ایسا عقیدہ ہے جسے دونوں ادیان نے کافی اہمیت دی ہے۔

عیسائیت اور عقیدۂ موعود

تمام ادیان کے درمیان دین مسیحیت (عیسائیت) اہم خصوصیت کا حامل ہے۔ اس کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ دین مسیحیت کا ظہور اور قوام وثبات، مذہب یہودیت کے ذریعہ ہوا۔ [اپنے مطالعہ واستدلال کی بنیاد پر وہ لوگ] ابھی بھی اسی دین کے مذہبی نصوص سے استناد کرتے ہیں۔

یروشلم قونصل کی تشکیل اور پیغامات انجیل کو کیسے عام کیا جائے اس پر کسی حتمی و یقینی فیصلہ لئے جانے

سے قبل ۴۵ ءتک عیسائیوں کی تعداد بہت زیادہ نہیں تھی وہ خود کو یہودیوں سے الگ نہیں مانتے تھے، بلکہ خود کو یہودیت کا ایک فرقہ جانتے اور یہودیوں کی خاص عبادی رسومات کو بجالاتے تھے[۱] اور اگر کوئی ان کے مذہب کو اختیار کرتا اور آئین یہود کے مطابق وہ مختون نہیں ہوتا تو اسے اس کام کے لئے مجبور کیا جاتا تھا[۲]۔ یہودیوں اور ان کے درمیان اگر کچھ فرق تھا تو بس یہ کہ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو منجی مانتے تھے جو دین مسیحیت کی اہم ترین خاصیت ہے۔ بہر حال، سن پینتالیس عیسوی میں مذکورہ قونصل بنائی جاتی ہے جس کا ہدف آئین یہود کے تمام احکامات کے لازم الاتباع ہونے کے ساتھ ساتھ عیسائی پادریوں کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا تھا اسے ختم کرنا نیز غیر یہودی افراد کو مسیحی بنانا تھا اور اس طرح سے عیسائی مذہب کو علنی طور پر جدید دین کا درجہ حاصل ہوا۔

اپنے دیرینہ عقیدہ کی بنیاد پر ہمیشہ سے ہی یہودیوں کا یہ ماننا تھا کہ پروردگار نے تمام ملتوں میں سے انہیں انتخاب کیا ہے اور ان کی تمام تیرہ بختیاں اور محرومیاں حضرت داودؑ کی نسل کے ایک فرزند کے ذریعہ ختم ہو جائیں گی۔ اسی عقیدہ اور فرح بخش مستقبل کی امید میں انھوں نے قید، جلاوطنی، غارت گری جیسی تمام سختیوں اور مشقتوں کو بادل و جان تحمل کیا[۳]۔

انبیائے بنی اسرائیل کی فرح افزا و امید بخش تقاریر سے حاصل شدہ عقیدۂ انتظار، قوم یہود کے لئے سب سے بڑی آرزو میں تبدیل ہو گیا جو نہ جانے کتنے مکاشفات و پیشین گوئیوں کا پیش خیمہ قرار پایا جو یہودیوں کو موعود کی آمد کے لئے آمادہ رکھتا تھا۔ اشعیا اور دانیال جیسے نبیوں نے منجی کے متعلق اپنی پر جوش تقاریر سے یہودی معاشرہ کو اس وعدہ کے تحقق کے لئے ہر آن آمادہ کیا لیکن اس پر فراز و نشیب انتظار کا نتیجہ یہ رہا کہ یہودیوں کی ایک مختصر سی جماعت ہی عیسائے ناصری [حضرت عیسیٰؑ] پر ایمان لا سکی۔

حضرت عیسیٰؑ، ایک ایسے شاگرد تھے جو حضرت یحیٰؑ کے کلیدی و اساسی اور مفید وعظ و نصیحت سے کافی متاثر تھے اور آخر کار اپنے پیروکاروں کے اعتقادات کے مطابق انہوں نے موعود یہود کی ردا کو زیب تن کیا۔ آپ کی ولادت ایک معمولی سے گھرانے میں ہوئی لیکن روحانی کمالات اور نفسیاتی جاذبہ کو بروئے کار لاکر آپ نے معاشرہ کے نچلے طبقہ کے بہت سے لوگوں کو اپنا مرید بنا لیا اور ان کے درمیان یہ بات پھیلا دی کہ وہی یہودیوں کے مسیحا ہیں۔ اس طرح سے یہودی تعلیمات و ان کی مقدس کتب کے سایہ میں ایک نئے اور جدید دین کی کونپل پھوٹی۔

---

۱. اس قونصل کی رپورٹ کو اعمال رسولان، باب ۱۵ میں پڑھا جا سکتا ہے ۔

۲. مری جو ویور، درآمدی بہ مسیحیت، مترجم حسن قنبری، ص ۱۰۱۔

۳. جان بی ناس، تاریخ جامع ادیان، مترجم علی اصغر حکمت، ص ۶۱۱۔

اگرچہ حضرت عیسیٰ ؑ سے پہلے بھی بعض یہودی بعض دوسرے انسانوں کو اپنا مسیحا مانتے تھے لیکن اس دفعہ حضرت عیسیٰ ؑ جیسے شخص کو اپنا مسیحا و موعود ماننا اس حد تک شدید تھا کہ اس کے نتیجہ میں ایک نئے اور تازہ دین کا جنم ہوگیا۔ حضرت عیسیٰ ؑ سے پہلے جتنے بھی مسیحا گذرے ان میں سے کسی کی بھی مقبولیت حضرت عیسیٰ ؑ جیسی نہیں تھی یہی وجہ تھی کہ دوسروں کے ساتھ ساتھ خود ان کے بھی مرید شک و تردید کا شکار ہونے لگے۔ حضرت عیسیٰ ؑ کی سادہ بیانی و کلام کی گہرائی سبب بنی کہ آغاز کار میں ہزار ہا سختی و آلام و مصائب کو تحمل کر کے آپ کے انگشت شمار مریدوں نے جب آپ کے مواعظ و حکمتوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا شروع کیا تو دیکھتے ہی دیکھتے آپ کے پیروکاروں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہونے لگا اور اس طرح ایک نیا دین وجود میں آگیا۔

اسی لئے عیسائیت ایک ایسا دین ہے جس کی بنیاد، عقیدۂ موعود پر استوار ہے؛ وہ بھی ایک ایسا عقیدہ جسکی نشو و نما تو یہودیوں کی مقدس کتب سے ہوئی لیکن اس کی تفسیر ایک تازہ و جدید دین کی صورت میں سامنے آئی۔ آج بھی اس دین کو اسی انتظار کے رنگ و روپ میں پیش کیا جارہا ہے اور دین یہود کی بہ نسبت یہ دین زیادہ وسیع و گستردہ ہے۔

بنی اسرائیل کی قومی امنگ سے عیسائیت کی امید آخرت تک

انجیلوں میں اس بات کی بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو اسی درخت کی شاخ قرار دیا جائے جسکی جڑیں حضرت یعقوبؑ سے ملتی ہیں[1] تاکہ یہودیوں کو اطمینان ویقین دلایا جاسکے کہ حضرت عیسیٰؑ ہی وہ شہریار شہریار ہیں جنکی بشارت اشعیا اور ارمیا جیسے پیغمبروں نے دی تھی۔ انجیلوں کے تمام حصوں میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ عہد عتیق[2] کی تمام پیشین گوئیوں کو حضرت عیسیٰؑ پر منطبق کیا جائے[3]۔ متی اپنے ابتدائی جملوں میں حضرت عیسیٰؑ کے حسب و نسب کے سلسلہ میں انہیں حضرت داوڈؑ کا فرزند بتاتے ہیں، نہ تو حضرت داوڈؑ سے پہلے وہ حضرت عیسیٰؑ کے آباء واجداد کا ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی حضرت داوڈؑ کے بعد، یعنی واضح طور پر وہ حضرت عیسیٰؑ کو ہی یہودیوں کے مسیحا کے طور پر پیش کرتے ہیں اور اشعیا کی پیشین گوئی پر انہیں تطبیق دیتے ہیں۔ نقادوں کا ماننا ہے کہ انجیل متی[4] میں جس طرح سے حضرت عیسیٰؑ کو پیش کیا گیا ہے

---

۱. ہمفری کارپنٹر، عیسی، مترجم حسن کامشاد، ص۱۱۶ ۔
۲. یہودیوں کی مقدس کتب کو عہد عتیق کہا جاتا ہے ۔
۳. کمال صلیبی، البحث عن الیسوع، ص۴۹۔
۴. متی ۱:۱-۲۱-۷۔

یعنی وہ گدھے پر سوار ہو کر یروشلم میں داخل ہوتے ہیں، یہ ایک من گھڑت اور جعلی داستان ہے البتہ اس سے مصنف کا مقصد یہ تھا کہ مسیحا کے بارے میں جناب زکریا کی جو پیشین گوئی تھی اسے یہودیوں کو یاد دلایا جائے کہ اے صہیون کی بیٹی بہت خوشی منا اور اے یروشلم کی بیٹی خوشی کے ترانہ گا؛ تیرا بادشاہ تیرے پاس آرہا ہے وہ عادل و صاحب نجات اور حلیم ہے وہ گدھے پر سوار ہے[۱]۔

البتہ حضرت عیسیٰؑ اور یہودیوں کے منتظر و موعود کے درمیان جو فرق پایا جاتا ہے اس سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی ہے، خاص کر جب اناجیل خود آپس میں متحد و ہم داستان نہیں ہیں[۲]۔ یہ فرق یہودی معاشرہ کی نظروں سے بھی پوشیدہ نہیں تھے یہی وجہ ہے کہ ابتدا میں صرف ایک مختصر سی جماعت ہی حضرت عیسیٰؑ کو مسیحا مانتی تھی اور اسی مختصر سی جماعت نے بہت مصیبتیں برداشت کی تھیں۔

حضرت عیسیٰؑ اور مسیحا کے کرداروں میں بنیادی فرق پایا جاتا تھا کیونکہ انبیائے بنی اسرائیل کی پیشین گوئی کے مطابق موعود ایک پرجاذب شخص ہوگا جو قبائے بادشاہی کو زیب تن کر کے خدا کی بادشاہی کو دنیا میں عام کرے گا، حالانکہ حضرت عیسیٰؑ نے ان میں سے کسی بھی ذمہ داری کو اپنے ذمہ نہیں لیا حتی بنی اسرائیل کی بادشاہی کے سلسلہ میں بھی وہ کوئی دعویٰ نہیں کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ گاؤں میں پیدا ہونے والے سیدھے سادے آدمی تھے جو زیادہ تر ماہی گیروں اور کاشتکاروں کی زبان میں گفتگو کیا کرتے تھے؛ ایک ایسے انسان تھے جس نے کبھی بھی کوئی سیاسی یا سماجی نظریہ پیش نہیں کیا بلکہ غریب چرواہوں کی طرح تمثیل بیان کرتے اور نصیحت فرماتے تھے۔ آپ شہریار نہیں بلکہ خدا کے "بلاکش بندہ" (مصیبت اور بلا کو ختم کرنے والے بندے) تھے جو اس دنیا میں آئے تاکہ بشریت کے گناہوں کا کفارہ بن سکیں اور مصیبتوں کو برداشت کیا تاکہ مومنوں کے کندھوں سے "پہلے گناہ" کا بوجھ اتر جائے"[۳]۔ سب گنہگار و قاصر ہیں لیکن ان کے اسی فیض کی بدولت عادل ہو جائیں گے، فدیہ قرار پانے کی جو صلاحیت حضرت عیسیٰؑ مسیح میں ہے اسی نے خود یہ طے کیا ہے کہ آپ لوگوں کے گناہوں کا کفارہ بن جائیں"[۴]۔

جس وقت حضرت عیسیٰؑ کے پیروکاروں نے انہیں صلیب پر دیکھا اور اتنا مجبور پایا کہ وہ خود کو اس مصیبت سے نجات نہیں دلاسکتے تو وہ سب الجھن و حیرانی کا شکار ہوگئے؛ انہیں شدید طور پر اس شبہ کا سامنا

---

۱. زکریا: ۹۹۔

۲. البحث عن الیسوع، ص۵۲۔

3. The Interpereters Bible, V 9 .p 428.

۴. رسالہ پولس بہ رومیان، ۳: ۲۳-۲۵۔

کرنا پڑا کہ جب وہ اپنی جان نہیں بچاسکے تو یہودیوں کو کیسے نجات دلائیں گے!؟ حضرت عیسیٰؑ کے پیروکاروں کی اس حیرانی والجھن کے تین دن بعد جب کچھ عورتیں حضرت عیسیٰؑ کی قبر کی زیارت کے لئے گئیں تو انہوں نے قبر کو خالی دیکھا اور "کسی فرشتہ نے انہیں مخاطب کرکے کہا: ڈرومت جانتا ہوں کہ تم مصلوب عیسیٰؑ کو تلاش کررہی ہو وہ یہاں پر نہیں ہیں، جیسا کہ انہوں نے کہا تھا وہ عروج کرگئے ہیں"[۱]۔

قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ کی بازگشت نے یہودیوں کے مفہوم انتظار کو ایک بار پھر ایک نیا پہلو اور ایک نئی تفسیر دی۔ اس تفسیر کی بنیاد پر حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں، وہ عروج کرگئے ہیں اور لوگوں کی نظروں سے کچھ مدت تک مخفی رہنے کے بعد واپس لوٹ آئیں گے اور آج بھی عیسائی معاشرہ ان کے لوٹنے کا منتظر ہے[۲]۔ یہی وہ زمانہ تھا جب نورس عیسائی معاشرہ کا عقیدہ مسیحا یہودی روایتوں سے الگ ہوگیا۔ اگرچہ آج بھی عیسائیوں کا یہ ماننا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کے مسیحا کے شکل میں واپس پلٹیں گے اور عالمی حکومت قائم کرکے تمام امتوں کے درمیان قضاوت و داوری کریں گے[۳]۔ جبکہ مسیحا کا یہ معنی و مفہوم دین یہود میں نہیں پایا جاتا ہے۔

کتاب مقدس میں عقیدۂ مسیحا کے مراتب ومدارج

حضرت عیسیٰ مسیحؑ کا دوبارہ پلٹ کرآنا اناجیل کی اہم بحثوں میں سے ایک ہے؛ اس کی اہمیت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ عہد جدید[۴] میں تین سو سے زیادہ مرتبہ اس موضوع کی طرف اشارہ کیا گیا ہے حتی اناجیل کے کچھ باب اسی موضوع سے مخصوص ہیں۔ نمونہ کے طور پرآپ انجیل متی کے باب نمبر ۲۴ اور ۲۵، انجیل مرقس کے باب نمبر ۱۳ اور انجیل لوقا کے باب نمبر ۲۱ کی جانب رجوع کرسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ عہد جدید میں جتنے بھی خطوط پائے جاتے ہیں وہ سب کے سب اسی عقیدہ کی تبیین و تفسیر میں بیان ہوئے ہیں، جیسے پولس کا پہلا اور دوسرا خط، تسالونیکیان کے نام نیز یوحنا کا مکاشفہ۔ لٰہذا پورے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی بازگشت کا عقیدہ کتاب مقدس کا اہم ترین حصہ ہے[۵]۔

---

۱. متی، ۲۸: ۵-۱۰۔
۲. برایان ویلسون، دین مسیح، مترجم حسین افشار، ص ۳۱۔
۳. مطالعہ کریں: ہنری ٹیسین، الہیات مسیحی، مترجم میکائیلیان، ص ۳۲۰-۳۵۵۔
۴. مسیحیوں کی چاروں اناجیل کو عہد جدید سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مذکورہ حوالہ، ص ۳۲۷۔
۵. ہنری ٹیسین، الہیات مسیحی، مترجم میکائیلیان، ص ۳۲۸۔

اس کے علاوہ، کتاب مقدس کے بہت سے ایسے مفاہیم وعقائد ہیں جنہیں حضرت عیسیٰؑ کی واپسی کا عقیدہ رکھے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا ہے؛ جیسے حضرت عیسیٰؑ کے کاہن یا بادشاہ ہونے کا عقیدہ یا آنے والے وقت میں نجات کا عقیدہ۔ اسی طرح سے بہت سی پیشین گوئیاں ہیں جو رجعت حضرت عیسیٰؑ کے صحیح ادراک کے بغیر قابل فہم نہیں ہیں نیز کتاب مقدس کی دوسری تعلیمات بھی اسی زمرہ میں آتی ہیں؛ جیسے تعمید کی اساسی وبنیادی تعلیمات[1] کا عقیدہ یا عشاء ربانی[2] جیسی تعلیمات جو انجیل کی بنیادی بحثوں میں سے ہیں اور جناب عیسیٰؑ کی رجعت سے جن کا گہرا تعلق ہے اور ان کی تشریع کا فلسفہ بھی جناب عیسیٰؑ کی بازگشت کے پس منظر میں ہے۔ عیسائی، عشاء ربانی کا عمل اس امید میں انجام دیتے ہیں کہ اس کے ذریعہ ان کا بدن حضرت عیسیٰؑ کے بدن سے مخلوط ہوجائے اور جب ان کی بازگشت ہو تو وہ حضرت عیسیٰؑ کی ہمراہی کرسکیں[3]۔

عیسائیوں کی کتاب مقدس میں جگہ جگہ، حضرت عیسیٰؑ کی غیبت اور ان کی بازگشت کی کیفیت اور فلسفہ کو بیان کرنے کے ضمن میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ عیسائیوں میں پر معنی انتظار کو پیدا کیا جاسکے تاکہ اس قوم کے لئے مشکلات و سختیوں کو تحمل کرنا آسان ہو اور ان کے ایمان پر کوئی آنچ نہ آئے۔ کتاب مقدس کے مطابق خود حضرت عیسیٰؑ[4] اچانک اور پیشگی اطلاع کے بغیر[5] باپ[6] کی جلالت و ہیبت لے کر فرشتوں کے ہمراہ فتح وظفریابی کے ساتھ واپس پلٹیں گے[7]۔ کسی بھی قوم وملت کے لئے یہ تمام تاکیدات کافی ہیں کہ وہ تمام مشکلات وزحمتوں کو بھول کر روشن مستقبل کا انتظار کرے۔

دین عیسائیت کا محور ومرکز اس کے بانی کی شخصیت ہے۔ اس دین کی جتنی بھی تعلیمات ہیں حقیقت میں یہ وہی اعتقادی اقوال ہیں جنہیں آباء کلیسا نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق بیان کیا ہے۔ پہلا بلکہ سب سے اہم جو قول بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کے ماشیح اور وہی عمانوئیلی ہیں جنکے سلسلہ میں اشعیا نے کہا تھا کہ "حضرت داوؤد کی نسل سے ایک فرزند ہوگا جو باکرہ زادہ ہوگا اور بنی اسرائیل کی شان و شوکت کو انہیں واپس لوٹائے گا"۔ یہ قول ایک جدید دین کی تاسیس کا نقطہ آغاز قرار پایا۔

---

۱. آنتونی پالما، بررسی رسالہ ھای پولس [غلاطیان ورومیان]، مترجم آرمان رشیدی، ص۵۹۔

۲. رجوع کریں: یوحنا، ۱۴: ۳ اور ۲۱: ۲۲ و ۲۳۔

۳. ملاحظہ فرمائیں: مرقس، ۱۳: ۳۳۔۳۷؛ متی، ۲۴: ۲۳-۵۱۔

۴. ملاحظہ فرمائیں: متی، ۱۶: ۲۷ و ۱۹: ۲۸۔

۵. ملاحظہ فرمائیں: مذکورہ بالا حوالہ، ۲۵: ۳۱۔

۶. تاریخ جامع ادیان، ص۶۱۰۔

7. Moltmann. 1964. Theology of Hope, p. 165.

لیکن کسی حکومت کو تشکیل دینے سے پہلے ہی حضرت عسیٰ کو صلیب پر چڑھا دیا گیا جس سے ان کے پیروکاروں میں مایوسی و ناامیدی چھاگئی اور انہیں اپنے اعتقادات متزلزل نظر آنے لگے کہ کیا واقعی میں حضرت عیسیٰؑ ہی بنی اسرائیل کے مسیحا تھے؟ یہ نہایت تکلیف دہ سوال تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک مریم مجدولیہ اور ان کے ہمراہ دیگر خواتین نے حضرت عیسیٰؑ کی خالی قبر کی بات نہیں کی تب تک عیسائی لوگ خاموشی کے ساتھ خانہ نشینی کی زندگی گزارتے رہے۔ ان کی نظر میں حضرت عیسیٰؑ کا قیام کرنا انجیل کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے تھا[۱]۔ حضرت عیسیٰؑ کے قیام نے حواریوں پر یہ ثابت کردیا کہ بہت جلد حضرت عیسیٰؑ بادلوں پر سوار دوبارہ زمین پہ پلٹیں گے اور بنی اسرائیل کے سلسلہ میں جتنے بھی وعدے ہیں ان سب کو عملی جامہ پہنائیں گے۔ اس عقیدہ نے ان کے اندر ایک نیا جوش وولولہ پیدا کیا جس کی وجہ سے وہ تمام تر شجاعت و دلیری کے ساتھ دین مسیح کی تبلیغ میں ان ہی لوگوں کے درمیان مشغول ہوگئے، جنہوں نے کچھ دن پہلے ہی حضرت عیسیٰؑ کو گرفتار کر کے صلیب پر چڑھا دیا تھا۔

تاریخی لحاظ سے عیسائیوں کے ایمان کے سلسلہ میں یہ اصل نہایت تاثیر گذار ہے۔ اگر عیسائیوں کے درمیان یہ یقین پیدا نہ ہوتا اور اگر مریم اپنے اور اپنے ہمراہ دیگر خواتین کے مکاشفہ کو تازہ ونو عیسائی سماج میں ترویج نہ کرتیں تو آج عیسائیت کس اصل واعتقاد پر اپنی الٰہیات کی بنیاد ڈالتی اور آج کی عیسائیت کو کس اعتقادی بنیاد پر تصور کیا جاسکتا تھا؟ مشہور معاصر عیسائی الٰہیات کے ماہر مولٹمان کا کہنا ہے:

> "مذہب عیسائیت کی بقا اور دوام اس بات پر منحصر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ مردوں کے درمیان قدرت خدا کے ذریعہ واپس پلٹیں گے"[۲]۔

عیسائی پادریوں کے زمانے سے پہلے اور عیسائی عقائد نامہ کے تدوین ہونے سے پہلے تک، یہ عقیدہ اساس ایمان کی صورت میں عیسائیوں کے درمیان پایا جاتا تھا، لیکن اس کی اہمیت اور اس کی حقیقت پوری طرح واضح و روشن نہیں تھی اور عیسائی الٰہیات میں اس کی حیثیت نامعلوم سی تھی لیکن آباء کلیسا یعنی پادریوں کے زمانہ میں جب معتبر کلیساؤں کی قونصل کے ذریعہ مسیحی "عقائد نامہ" کے عنوان سے ایک منشور تدوین کیا گیا جس میں عیسائی ایمان سے متعلق اہم اصول کو بیان کیا گیا تھا، تو دوسرے اصول کی بہ نسبت اس اصل کو بیان کرنا کافی آسان تھا۔

عقائد نامہ ایک ایسا منشور تھا جو "میرا عقیدہ ہے" کی عبارت سے شروع ہوتا تھا، یہ عقائد نامہ اس وقت

---

۱. الیسٹر مک گراث، درس نامہ الہیات مسیحی، مترجم بھروز حدادی، ص۵۷۔
۲. اعتقاد نامہ نیقیہ کے بعض فراز۔

کے عیسائی سماج کی شدید ضرورتوں میں سے تھا، اس منشور میں خلاصہ کے طور پر آئین و قوانین عیسائیت کو لکھا گیا تھا تا کہ وقت ضرورت بآسانی دستیاب رہے اور مختلف مناسبتوں میں اس سے استفادہ کیا جا سکے[۱]۔ اس اس زمانہ کے دو مشہور اور اہم عقائد نامے یہ تھے: "عقائد نامہ نیقیہ" اور "عقائد نامہ رسول" دونوں ہی عقائد نامہ کو کلیسا قونصل نے تصویب کیا جو عیسائی مذہب کے بارہ میں اہم اور بنیادی اصول ایمان شمار ہوتے ہیں۔ ہر عقائد نامے میں چھ اصل حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت اور ان کی بازگشت سے متعلق ہے:

... میرا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ مسیح ہم انسانوں کی خاطر اور ہماری نجات کے لئے آسمان سے نازل ہوئے، جسم اختیار کیا اور انسانی روپ میں ظاہر ہوئے۔ آپ نے سختیاں برداشت کی اور تیسرے دن آسمان کی جانب صعود کر گئے لیکن زندوں اور مردوں کے درمیان قضاوت کے لئے آپ ضرور واپس پلٹیں گے[۲]۔

اگر کسی موضوع کو اس حد تک ان اہم عقائد ناموں میں بیان اور پیش کیا جائے تو اس سے اس کی الٰہی حیثیت بخوبی واضح اور روشن ہوتی ہے۔

عیسائی عقیدہ کی تاریخی حیثیت

عیسائیت کے ابتدائی تین صدیوں تک حضرت عیسیٰؑ کی بازگشت کا عقیدہ، ایک عام عقیدہ تھا اور ماہرین الٰہیات اس عقیدہ پر تاکید کرتے تھے۔ اس کی اصل وجہ وہ آزار و اذیت اور مظالم تھے جو اس قوم و ملت پر ڈھائے جا رہے تھے۔ ہر دن وہ اسی امید میں گزار دیتے تھے کہ جلد ہی حضرت عیسیٰؑ واپس لوٹیں گے اور ان پر ڈھائے گئے مظالم کا حساب لیں گے۔ لیکن دو وجہوں سے چوتھی صدی عیسوی کے آغاز میں حضرت عیسیٰؑ کی بازگشت کا عقیدہ سست پڑنے لگا:

پہلا یہ کہ روم کا بادشاہ قسطنطین عیسائی ہو گیا جس کے نتیجہ میں کلیسا پر اب تک روا مظالم تھم گئے اور لوگوں کی زندگی میں امن وامان اور سکون و راحت کا ماحول قائم ہونے لگا، یہاں تک کہ بازگشت حضرت عیسیٰؑ امید بخش کا عقیدہ سست پڑنے لگا۔ وہ قوم جو اب تک تازیانہ کے ڈر سے اپنے دین کو مخفی رکھتی تھی آج وہی تازیانہ بدست دوسروں کو اپنے دین کی دعوت دینے لگی۔ دوسرے یہ کہ اس زمانہ میں کتاب مقدس کی تفسیر میں بنیادی تبدیلی کی گئی اور کتاب مقدس کے مفاہیم و مطالب کو مجازی رنگ و روپ میں بیان کیا جانے لگا اور اس طرح سے حضرت عیسیٰؑ کی رجعت کو حقیقی معنی دیئے جانے کے بجائے اس کی تأویل اور

---

۱. ہنری ٹیسین، الٰہیات مسیحی، ص ۳۴۸۔

۲. ایضاً۔

مجازی تفسیر کی گئی[۱]۔

اگرچہ حضرت عیسیٰؑ کی رجعت اور ان کے مسیحا ہونے کا عقیدہ سست پڑنے لگا تھا مگر پوری طرح سے ختم نہیں ہوا تھا۔ قرون وسطی میں جب آخرت سے مربوط اعتقادات کو فراموش کر دیا گیا تھا، اس وقت اس عقیدہ نے بھی تاریک ترین دن گذارے۔ لیکن سولہویں صدی میں کلیسا کی اصلاح کے آغاز سے عیسائی سماج کے درمیان اس اہم اصل کے سلسلہ میں بھی لوگوں کا رجحان کافی تیزی سے بڑھنے لگا اور مصلحین کلیسا حضرت عیسیٰؑ کی رجعت اور سنہرے دوران پر بہت تاکید کرنے لگے۔

سترہویں اور اٹھارویں صدی میں بھی اس عقیدہ کو کافی فروغ حاصل ہوا اور بہت سے لوگ اس کے گرویدہ ہونے لگے لیکن اٹھارویں صدی میں عصر روشن فکری[۲] کے آغاز سے عیسائی الٰہیات کی تمام بنیادیں متزلزل ہونے لگیں، حضرت عیسیٰؑ کی رجعت کا عقیدہ بھی کافی متاثر اور کم رنگ ہوگیا[۳] اور اس حد تک یہ عقیدہ ضعیف ہوگیا کہ یورگن بولتمان نامی عیسائی ماہر الٰہیات نے یہاں تک کہہ دیا کہ حضرت عیسیٰؑ کی رجعت ایک داستان اور کہانی ہے جسے قرن اول میں اعتقادات کے تحفظ کی خاطر گڑھا گیا تھا[۴]۔ ان سب کے باوجود، سن ۱۹۶۰ کی دہائی میں عیسائی الہیات میں نئی فکروں نے جنم لیا جس کے آثار ہر دن نمایاں تر ہوتے جارہے ہیں، بارث، بولتمان، گورگارتن اور تیلیخ جیسے ماہرین الٰہیات، جنہوں نے پروٹسٹنٹ کی نبض تفکر کو اپنے ہاتھوں میں لے رکھی تھی انہیں ہٹا دیا گیا اور ان کی جگہ ایسے جوان ماہرین الٰہیات نے زمام امور کو سنبھالا جن کی حضرت عیسیٰؑ کی رجعت کی طرف خاص توجہ تھی[۵]۔ یورگن مولتمان [سن پیدائش ۱۹۲۶ عیسوی] کا شمار بھی انہی الٰہی دانوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے الٰہیات امید[۶] نامی کتاب کو ایک فرعی عنوان یعنی "حضرت عیسیٰؑ کی شناخت" کے نام سے لکھا ہے۔ اس کتاب میں وہ حضرت عیسیٰؑ کی بازگشت اور جہان کی اصلاح شدہ تصویر پیش کرتے ہیں۔

---

۱. رجوع فرمائیں: لین ٹونی، تاریخ تفکر مسیحی، ص۴۲۸۔

۲. مک جان کواری، "چہرہ عیسیٰ از مسیحیت معاصر" مترجم بہروز حدادی، جریدہ "ہفت آسمان" شمارہ ۱۷۔

۳. ایضاً۔

4. Encyclopedia of Millennialism. P 245.

5. Ibid.

6. Ibid.

تاریخی اعتبار سے اس تعلیم کی سب سے نمایاں تاثیر، انقلابات مسیانیزم [مسیحائی] ہے؛ یہ وہ انقلابات ہیں جن کا بنیادی ہدف مطلوب وضعیت تک پہنچنا ہے[۱]۔ مسیانیزم غالباً اس شخص کی جانب اشارہ ہے جو ڈرامہ کے آخر میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور عیسائیوں کے لئے خدا کی بادشاہی ایسا کردار ہے جسے حضرت عیسیٰؑ نبھا رہے ہیں[۲]۔

ہمیشہ سے ہی عیسائیوں کے درمیان حضرت عیسیٰؑ کی رجعت کو لے کر ایک عجیب سا جوش و ولولہ تھا لیکن سن ایک ہزار و دو ہزار عیسوی میں یہ جوش کافی زیادہ بڑھ گیا۔ سن ۲۰۰۰ عیسوی سے کچھ پہلے امریکہ میں ایسے بہت سے فرقے وجود میں آئے جنہوں نے نئے آداب و رسوم کی بنیاد ڈالی۔ انہی فرقوں سے تعلق رکھنے والے بعض افراطی افراد نے حضرت عیسیٰؑ سے ملنے کی خاطر خودکشی کرلی۔ امریکہ کے صوبۂ ماساچوسٹ میں "مطالعۂ ہزار سالہ" کے عنوان سے ایک ریسرچ سینٹر ہے جہاں اسی بات کی تحقیق کی جاتی ہے۔ اس سینٹر میں مسلسل پیچھے کی طرف چلنے والی ایک گھڑی ہے جو لوگوں کو وقت صفر یعنی سنہ دو ہزار کے آغاز اور حضرت مسیحؑ کے ظہور کی بشارت دے رہی ہے۔ ہمارے زمانہ کے بہت سے سیاسی واقعات کا تجزیہ و تحلیل اسی پس منظر میں ہو رہا ہے؛ منجملہ حکومت اسرائیل کی تشکیل نیز مشرق وسطیٰ کے سیاسی حالات جیسے امریکہ و عراق کی جنگ[۳]۔ اس طرز تفکر کے تاریخی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کس حد تک یہ فکر زندہ و موثر ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی رجعت کے معنی اور کیفیت

حضرت عیسیٰؑ مسیح کی رجعت عیسائی ایمان کے اہم اصولوں میں سے ہے اور ان کی مقدس کتاب میں اس مفہوم کو خاص اہمیت حاصل ہے لیکن اس مفہوم کے خد و خال واضح اور روشن نہیں ہیں۔ اس معنی کو بیان کرنے کے لئے جو تفسیریں پیش کی گئی ہیں وہ پوری طرح سے ایک دوسرے سے جدا و مختلف ہیں[۴]۔ ان تفسیروں میں کبھی اس طرح کی آیت "تاکہ پروردگار کا ہوا میں استقبال کریں" سے استفادہ کیا گیا ہے، جس میں آسمان میں حضرت عیسیٰؑ کی رجعت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور کبھی ان آیتوں "یہی عیسیٰؑ جو تمہاری جانب سے آسمان میں چلے گئے ہیں دوبارہ پلٹ کر آئیں گے" کو بطور سند پیش کیا جاتا ہے جس میں حضرت عیسیٰؑ کی زمینی رجعت کی جانب اشارہ ہے۔ البتہ دونوں ہی تفسیر کے لئے الگ الگ اہداف بیان کئے گئے ہیں۔

---

۱. ہنری ٹیسین الہیات مسیحی، ص ۳۲۸۔

۲. تسالونیکیان اول، ۴: ۱۶ اور ۱۷۔

۳. اعمال رسولان، ۱: ۱۱۔

۴. یوحنا، ۱۴: ۳۔

مثال کے طور پر اس آیت "میں پھر سے واپس آؤں گا اور تمہیں اپنے ہمراہ لے جاؤں گا"[۱]، سے استفادہ کیا گیا ہے اور آسمان سے حضرت عیسیٰؑ کی رجعت کا بنیادی ہدف مؤمنین سے ملاقات بتایا گیا ہے اسی طرح سے امتوں کے درمیان قضاوت کرنا، بنی اسرائیل کو نجات دلانا، مختلف اقوام کو آزاد کرانا اور ملکوت کی بنیاد رکھنا وغیرہ حضرت عیسیٰؑ کی زمینی رجعت کے اہداف شمار کئے جاتے ہیں۔

ان سب کے باوجود عیسائی ماہرین الٰہیات کا ماننا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ رجعت کے وقت دو طرح کے ظہور فرمائیں گے: آسمانی رجعت اور زمینی رجعت، اور ہر ایک کے الگ الگ اہداف و مقاصد ہونگے[۲]۔

زمان رجعت کی پیشین گوئی

عہد جدید کی تعلیمات میں حضرت مسیحؑ کے آنے کی پیشین گوئی ملتی ہے مثال کے طور پر:

۱. انجیل پر ایمان کا عام ہونا[۳]: اگرچہ یہ پیشین گوئی عہد جدید میں بطور اشارہ موجود ہے[۴]، لیکن پورے دعوے کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ عہد جدید کی تعلیمات کے مطابق حضرت مسیحؑ کے آنے سے پہلے پوری دنیا ایمان لے آئے گی[۵]، بلکہ اس کے بالکل برخلاف حالات کا ذکر ہوا ہے اور اس زمانہ کو حضرت نوحؑ و حضرت لوطؑ کے زمانہ سے تشبیہ دی گئی ہے[۶]۔

۲. یہودیوں اور دیگر امتوں کا مسیح پر ایمان لے آنا اور یہ ماننا کہ آپ ہی مسیح ہیں[۷]: "کیونکہ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ اس کے بعد تم مجھے نہیں دیکھ پاؤ گے جو یہ کہہ سکو کہ مبارک ہے وہ جو اپنے نام سے آتا ہے"[۸]۔ یہ جملہ جماعت یہود کے درمیان اور انہی کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے، جو اسی پیشین گوئی کی طرف اشارہ ہے۔

۳. ارتداد اول: کتاب مقدس کے مطابق یہ واقعہ حضرت مسیحؑ کے ظہور سے کچھ عرصے پہلے کسی شریر

---

۱. یوحنا، ۱۴:۷۔
۲. جیمس القس، نظام التعلیم فی علم اللاھوت القویم، ج۲، ص۵۰۵۔
۳. ایضاً۔
۴. دیکھیں: متی، ۲۴:۱۴ اور ۱۳: ۳۱-۳۲۔
۵. الٰہیات مسیحی، ص۳۵۲۔
۶. لوقا، ۸:۱۸۔
۷. ہنری ٹیسین الہیات مسیحی، ص۳۵۲؛ نظام التعلیم فی علم اللاھوت، ج۲، ص۵۰۶۔
۸. متی، ۳۹:۲۳۔

شخص کے آنے سے پیش آئے گا جسے کبھی "خطاکار و نافرمان انسان[۱]" اور کبھی "فرزند ہلاکت" سے تعبیر کیا گیا ہے؛ چونکہ جب تک ارتداد اول نہیں ہوگا اور وہ شریر شخص یعنی فرزند ہلاکت، ظاہر نہیں ہوگا تب تک مسیح نہیں آئیں گے[۲]۔

۴. انتظار کا مذاق اڑایا جانا: پطرس نے اس طرح پیشین گوئی کی ہے کہ: "اس زمانہ میں لوگ رجعت حضرت عیسیٰؑ کے عقیدہ کا مذاق اڑائیں گے"[۳]۔

یہ کچھ واقعات ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کی رجعت سے پہلے پیش آئیں گے اور عہد جدید میں ان کی پیشین گوئی بھی ہوئی ہے۔

رجعت کے وقت پیش آنے والے واقعات کی پیشین گوئی

عہد جدید کے مطابق، حضرت عیسیٰؑ کی رجعت کے بعد دنیا میں کچھ واقعات پیش آئیں گے جن کی ترتیب، مکاشفہ کے ۱۹:۱۱ اور ۲:۱۵ کے مطابق اور مزامیر کے ۳:۲۵-۸ سے بالکل ہم آہنگ ہے اور وہ یہ ہیں: مقدسین کے ساتھ حضرت مسیحؑ کا آنا، جنگ حار مجدان، شیطان کا قید ہونا، مقدسین کا تخت پر بیٹھنا، قیامت اول [یعنی بدن کا قبروں سے باہر نکلنا]، ہزار سال کے بعد شیطان کا آزاد ہونا، شیطان کا دور ہونا، یعنی دوسری قیامت اور سفید رنگ کے بزرگ تخت[۴] پر قضاوت کرنا اور آخر میں دنیا کا ختم ہو جانا۔

ہزار سال نامی عقیدہ سے تعلق

"ہزار سال کا دور" ایک ایسا عقیدہ ہے جو بنیادی مفاہیم اور تعلیمات موعود شناسی سے مرتبط ہے اور مسیحی الٰہیات میں جہاں معرفت آخرت پر گفتگو ہوئی ہے وہیں پر تفصیل سے اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ عہد جدید اور کتاب مکاشفہ میں یہ اصطلاح چھ دفعہ مرقوم ہے اور یہ اصطلاح ایسی حالت کو بیان کر رہی ہے جو تمام عہد جدید میں متعدد بار ذکر ہوئی ہے اور کتاب مکاشفہ میں صرف اس کے زمانہ کو مشخص کیا گیا ہے[۵]۔ "ہزار سال" کا دور حقیقت میں اس زمانہ کے حالات کو بیان کر رہا ہے جس میں انجیل اور کلیسا پر ایمان اپنے

---

۱. ہنری ٹیسین، نظام التعلیم فی علم اللاھوت، ج۲، ص۵۰۶۔

۲. تسالونیکیان دوم، ۳:۲۔

۳. پطرس کا دوسرا رسالہ، ۳:۳ اور ۴۔

۴. الٰہیات مسیحی، ص ۳۵۲؛ مقائسہ کریں نظام التعلیم فی علم اللاھوت، ج۲، ص ۵۰۵ سے۔

۵. ایضاً، ص ۳۴۸۔

عروج پر ہوگا، دوسری امتیں انجیل کی دعوت حق کو سنتے ہی لبیک کہیں گی اور ایمان لے آئیں گی[۱]۔

کتاب مقدس کے بعض مفسرین اور ماہرین الٰہیات کا ماننا ہے کہ "ہزار سال کا دور" آخر الزمان کا واقعہ ہے اور عیسیٰ مسیحؑ کی رجعت و واپسی کی علامتوں میں سے ایک ہے اور حقیقت میں یہ وہ زمانہ ہے جو حضرت مسیحؑ کے آنے سے ہزار سال پہلے شروع ہوگا اور آپ کے آنے کے بعد ختم ہو جائے گا[۲]۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اس ہزار سال [شاید ہزار سال سے مراد طولانی زمانہ ہو نہ کہ خود عدد ہزار] میں برائی بہت زیادہ کم ہو جائیگی، شیطان کے ہاتھ پیر بندھے ہونگے اور اس کے بعد مسیح تشریف لائیں گے[۳]۔ بعض دوسرے گروہ جنہیں "ہزار سال سے پہلے"[۴] کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے ان کا یہ ماننا ہے کہ یہ زمانہ حضرت مسیحؑ کے آنے کے ساتھ شروع ہوگا[۵] اور عیسوی دیانت کے لئے مسیح کی رجعت اس سنہرے زمانہ کا نقطہ آغاز ہوگا، ان کا یہ دعویٰ ہے کہ چونکہ کلیسا کے شروعاتی زمانہ میں آخرت شناسی (آخرت کی معرفت) منظّم و منسجم طور پر نہیں پائی جاتی تھی، لہٰذا جو چیز مکتوبات میں قابل ملاحظہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ عصر ہزار سال سے پہلے آئیں گے۔

ممکن ہے کوئی ایسا بھی گروہ ہو جو "ہزار سال" کے زمانہ کو نہ مانتا ہو۔ ایسا گروہ اس زمانہ کے سلسلہ میں مکاشفہ میں موجود باتوں کی بنیاد پر اس کی تفسیر کچھ اس طرح سے کرتا ہے کہ ہزار سال کا زمانہ یعنی ہزار سال تک مومنین کا اپنے جسم سے باہر اور حضرت مسیح کے ساتھ سکونت پذیر ہونا، یا اس کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ روحانی اعتبار سے حضرت مسیحؑ کا مومنین کے قلوب پر حکومت کرنا نہ کہ زمین پر حکومت قائم کرنا[۶]۔

عیسائی موعود کی ماہیت

عیسائی موعود کے سلسلہ میں کچھ نکات قابل ذکر ہیں کہ جن میں سے بعض اس طرح ہیں:

۱. حضرت مسیح کی دوبارہ آمد کے جو اہداف بیان کئے گئے ہیں ان کے پیش نظر، عقیدۂ مسیح ایک مستقبل ساز عقیدہ ہے۔ اس "عالمی داور" کا فرض حکومت کی تشکیل، ملکوت الٰہی کی برقراری یا وہی پروردگار کا

---

۱. صبحی حموی الیسوعی، معجم الایمان المسیحی، ص۶۰۔ Dictionary of the Bible, p 252۔

۲. نظام التعلیم فی علم اللاھوت، ج۲، ص۵۰۸۔

۳. کلام نجیب القص، المجیئ الثانی و نمایۃ التاریخ، ص۱۲۶۔

4. Encyclopedia of Millennialism, p 144.

۵. الٰہیات مسیحی، ص۳۴۸۔

۶. ایضاً۔

حضرت داودؑ کو بادشاہی دینے کا وعدہ ہے، بنی اسرائیل اور دیگر امتوں کے درمیان قضاوت کرنا نیز مومنین کے لئے جزا واقع ہونا،گویا یہ اس کے معاشرتی فرائض ہیں۔اور اپنے ان معاشرتی فرائض[البتہ کوشش کی گئی ہے کہ یہ فرائض سیاسی نہ ہونے پائیں] سے ان کی یہی کوشش رہے گی کہ مسیحیوں کے لئے ایک سنہرا اور بہتر مستقبل رقم کیا جائے۔

۲. اگرچہ عیسائی موعود کے جتنے بھی فرائض و ذمہ داریاں ہیں سب معاشرتی ہیں اور یہ فرائض حکومت کی تشکیل اور منصب قضاوت سے بالکل سازگار بھی ہیں، اس کے باوجود ان کے معنوی پہلو کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس موعود کا ظہور اور رجعت صرف انہی افراد کے لئے نفع بخش اور کارگر ہے جو ظہور سے پہلے ان پر خاص اعتقاد اور ایمان رکھتے ہوں، یعنی جو حضرت عیسیٰؑ کی مسیحائی کے قائل ہوں اور ان پر ایمان رکھتے ہوں۔ اس طرح صرف باایمان افراد ہی رجعت کے وقت حضرت عیسیٰؑ کی لائی ہوئی نعمتوں سے بہرہ مند ہونگے؛ اور وہ بھی ایسا ایمان جسے حضرت مسیحؑ کے ساتھ زندگی گذارنے[۱] سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہم یہ دعوی کرسکتے ہیں کہ عیسیٰ مسیحؑ کے انفرادی فرائض بھی ہیں۔

۳. دوسرا نکتہ یہ کہ عیسائی موعود، یہودی تفسیر کے برخلاف، قومی اور ملی موعود نہیں ہے، بلکہ ہر قوم اور ہر ملت کے لئے ہے۔اسی وجہ سے انہیں تمام اقوام کا داور کہا گیا ہے چاہے وہ قوم بنی اسرائیل ہو یا کوئی دوسری قوم۔ بس اس قوم کے لئے صرف ایمان شرط ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے۔البتہ بعض متون میں بنی اسرائیل کی نجات یا ان کے درمیان قضاوت کرنے کا تذکرہ ملتا ہے جس میں نہ صرف یہ کہ اس انحصار پر کسی قسم کی دلالت نہیں پائی جاتی ہے بلکہ یہ جملات عہد عتیق کی تاثیر اور اس میں موجود پیشین گوئیوں کو حضرت عیسیٰؑ پر منطبق کرنے کے سلسلہ میں عیسائیوں کی کدوکاوش کو اجاگر کرتی ہیں۔

۴. تمام عہد جدید میں کہیں بھی ایسا نہیں ملتا ہے کہ رجعت کے وقت حضرت عیسیٰؑ خارق العادہ طور پر کسی کام کو انجام دیں گے، کہیں بھی حضرت عیسیٰؑ کو اس طرح پیش نہیں کیا گیا ہے کہ وہ کسی غیر طبیعی کام کو انجام دیں گے یا عالم میں کسی قسم کا تصرف کرکے ہستی کو اپنا مطیع بنالیں گے۔ عہد جدید میں مسیحؑ کے جتنے بھی فرائض ذکر ہوئے ہیں وہ سب کے سب نظام طبیعت کے تحت ہیں اور اگر آپ کی رجعت سے صرف نظر کیا جائے تو آپ کا کوئی بھی فعل قوانین طبیعت کے خلاف نظر نہیں آتا۔

---

۱. دیکھیں: یہ تعبیر پولس کے خطوط خاص کر جو رومیوں کے نام لکھے گئے ہیں اس میں متعدد دفعہ استعمال ہوئی ہے۔

۵. بعض ادیان و مکاتب میں موعود اور منجی بشریت کی جو تصویر پیش کی گئی ہے، اس کے برخلاف عیسائیوں کے نزدیک موعود کو کسی ایک زمانہ میں منحصر نہیں کیا گیا ہے۔ کتاب مقدس میں مفہوم موعود ایک ایسا مفہوم اور مقولہ ہے جو ہمیشہ جاری و ساری ہے۔ صرف انسان کو چاہئے کہ وہ موعود [مسیحؑ] پر ایمان لے آئے تاکہ اسے نجات حاصل ہو اور ہر گز نجات کسی خاص زمانہ یا جغرافیائی لحاظ سے کسی خاص علاقہ سے مخصوص نہیں ہے۔ جب بھی انسان کو یہ ایمان حاصل ہو جائے وہ کامیاب ہو جائے گا۔ اس خصوصیت کو عیسائی موعود کی اصلی اور بنیادی خصوصیت سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ عیسائی موعود کا جو ابتدائی چہرہ ہے اس میں اس خصوصیت کا لحاظ کیا گیا تھا۔

۶. رجعت کا زمانہ مخفی ہے۔ رجعت کے زمانہ کو معین نہ کرنا، سبب ہوتا ہے کہ امید کا دیا ہمیشہ دلوں میں روشن رہے۔ خود حضرت مسیح نے بھی متعدد دفعہ اس نکتہ پر تاکید کی ہے: ”اس دن اور اس لمحہ کے سلسلہ میں کسی کو بھی علم نہیں ہے، یہاں تک کہ...آسمان، سوائے میرے باپ کے بس“[۱]۔ اسی وجہ سے انہیں ہمیشہ یہ تلقین کی جاتی ہے کہ وہ ہر آن پر امید و آمادہ رہیں: ”لٰہذا بیدار ہو جاؤ؛ کیونکہ اس دن اور اس ساعت کو کوئی نہیں جانتا ہے“[۲]۔

۷. حضرت مسیح کی رجعت اور بازگشت آپ کے پہلے ظہور کے برخلاف عیاں اور آشکار ہے[۳]۔ چونکہ مسیح کی رجعت کلیسا کی سیادت اور اس کی بزرگی کو سب پر ثابت کرنے کے لئے ہے لٰہذا اس وقت آپ کی رجعت علنی اور آشکار ہونی چاہئے تاکہ آپ اپنے اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنا سکیں۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے: ”مومنین آپ کے آنے کی آواز کو سنیں گے اور ہر کوئی اپنی دیگر مشغولیات کو ترک کردے گا“[۴]۔ آپ اپنی رجعت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں: ”جس طرح سے بجلی مشرق سے چمک کر مغرب تک ظاہر ہوتی ہے فرزند انسان کا ظہور بھی ایسے ہی ہوگا“[۵]۔

---

۱. متی، ۳۶:۲۴۔
۲. ایضاً، ۱۳:۲۵۔
۳. کمال الصلیبی المجیئ الثانی للمسیح، ص۱۱۹۔
۴. ایضاً، ص۱۲۰۔
۵. متی، ۲۷:۲۴۔